حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۴ مئی ۲۰۲۰ء بروز جمعرات شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا بدرِ عالم میرٹھی نور اللہ مراقدہم کے شاگرد رشید، اسلامی اکیڈمی مانچسٹر کے ڈائریکٹر، سٹی جامع مسجد برطانیہ کے بانی، جامعہ ملیہ لاہور کے مہتمم و بانی، رئیس المحققین، قدوۃ المناظرین، عقیدہ ختم نبوت کے محافظ و ترجمان، عظمتِ صحابہؓ و اہل بیتؓ کے پاسبان، عالم اسلام کے عظیم اسکالر، مناظرِ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ ۹۵ سال کی عمر گزار کر برطانیہ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطٰی وکل شيء عندہٗ بأجل مسمّٰی.

آپ علم وعمل، ہمہ جہت وسعتِ مطالعہ اور فکر ونظر کی گہرائی، ذہانت وفطانت، قوتِ حافظہ، برجستہ وبرمحل متدلات میں اپنی نظیر آپ تھے۔ دینی فتنوں کی سرکوبی کا خاص ملکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا، جس سے اُمتِ مسلمہ کے مختلف افراد، حلقے اور طبقے ہمیشہ استفادہ کرتے رہے۔ اس بنا پر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم ثانی حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن نور اللہ مرقدہٗ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے دورہ حدیث سے فراغت پانے والے طلبہ کو مقارنہ بین المذاہب پڑھانے کے لیے شعبان ورمضان میں جامعہ میں آپ کو مدعو کیا کرتے تھے اور آپ اپنے وسیع تر مطالعہ اور معلومات کی روشنی میں طلبہ کو اپنے علوم وتجربہ سے مستفید فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے ایک عرصہ تک

اشرفیہ میں ملاقات کے لیے حاضری ہوئی۔ جناب رضوان نفیس، دوسرے رفقاء ہمراہ تھے، دو باتیں بطور خاص یاد ہیں، فرمایا کہ: قادیانیت کے احتساب کا کسنے کے لیے مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کی تشکیل وارتقاء مولانا محمد علی جالندھریؒ کا مجددانہ کارنامہ ہے۔ میرے نزدیک اس عنوان پر آپ کا وجود مجددانہ شان کا حامل تھا۔ دوسرا فرمایا: ہمارے بہت سارے محاذ ہیں، ہم نے ان سب کو وقت دیا۔ آپ (فقیر) پچاس سال سے ایک محاذ پر آنکھیں بند K کاربند ہیں، اس کے صدقہ میں آپ کو جہاں رحمتِ عالم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی، وہاں سیدنا مسیح بن مریم علیہ السلام کا دستِ شفقت بھی حاصل ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے آواز بھرّا گئی۔ پھر فرمایا کہ: میں عمر کے اس پیٹے میں ہوں کہ یہ بات بلاوجہ نہیں کہہ رہا، اس پر مجھے انشراح کا مقام حاصل ہے۔''

حضرت علامہ خالد محمودؒ اردو، عربی، فارسی اور انگریزی سمیت کئی زبانوں میں یکساں عالمانہ دسترس رکھتے تھے، آپ انگلینڈ میں مقیم تھے، اس وقت علمائے دیوبند کی بزرگ ترین ہستیوں میں سے تھے، آپ نے مختلف دینی محاذوں پر کام کیا اور ہر محاذ کی صفِ اول کی قیادت میں رہے۔ کچھ عرصہ پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت کے جج رہے۔

آپ ۱۹۲۵ء میں قصور شہر میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام پیر محمد غنی تھا۔ آپ نے تعلیم کا آغاز قصور سے کیا، اس کے بعد امرتسر جاکر مزید تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۴ء میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات سے دورہ حدیث شریف کی سعادت حاصل کی اور دوسری بار جب جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورہ حدیث کا آغاز ہورہا تھا تو حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ کے کہنے پر کہ: ''آپ دورہ حدیث دوبارہ جامعہ اشرفیہ میں پڑھیں، اس سے ادارے کو اور آپ کو فائدہ ہوگا'' حضرت کے حکم کی تعمیل میں دوبارہ دورہ حدیث کیا، یوں آپ دونوں اداروں کے فاضل ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت علامہ ابراہیم , ویؒ، مولانا محمد حسنؒ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور)، شیخ الکل مولانا رسول خان ہزارویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مفتی محمد عثمانیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے علومِ اسلامیہ کے چودہ سو سالہ ذخائر میں غوطہ زن ہوکر اہلِ علم کے استفادہ کے لیے گراں قدر علمی سرمایہ تیار کیا، آپ کی تصانیف میں سے چند مشہور یہ ہیں:

۱:- قرآن کریم کے موضوع پر آثار التنزیل۔ ۲ جلد۔ ۲:- حدیث کے موضوع پر آثار الحدیث، ۲ جلد۔ ۳:- فقہ کے موضوع پر آثار التشریع، ۲ جلد۔ ۴:- تصوف کے موضوع پر آثار الاحسان، ۲ جلد۔

۵:-سوال و جواب پر مشتمل عبقات، ۲ جلد۔ ۶:- ایک تاریخی وتحقیقی دستاویز مطالعۂ بریلویت، ۹ جلد۔ ۷:- عقیدۃ الامۃ فی معنی ختم النبوۃ، ۱ جلد۔ یہ کتاب امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ کی زندگی میں ان کے حکم کی تعمیل میں لکھی تھی، جس پر سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ نے تاریخی جملہ فرمایا تھا: ''اگر عصر کے وقت کوئی باطل فتنہ وجود میں آئے اور علامہ خالد محمود کو اس کے رد میں لکھنے کا کہا جائے تو مغرب تک اس فتنہ کے خلاف مدلل تصنیف فرما چکے ہوں گے''۔ ۸:-عقیدۃ خیر الامم فی مقامات عیسی ابن مریمؑ، ۱ جلد۔ ۹:- تجلیاتِ آفتاب، ۱ جلد۔ ۱۰:- حجیتِ حدیث (انگلش) ۱ جلد۔ ۱۱:-اسلام ایک نظر میں (انگلش) ۱ جلد۔ ۱۲:- معیارِ صحابیت، ۱ جلد۔ ۱۳:- عقیدۃ السلام فی الفرق بین الکفر والاسلام۔ ۱۴:-مرزا قادیانی، شخصیت و کردار اپنی تحریرات اور پیش گوئیوں کے آئینہ میں۔

آپ کو علامہ کہنے کی وجہ کے بارے میں مولانا عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں کہ: ''میں نے علامہ خالد محمودؒ سے خود پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ: ''ابوالعطاء مولوی اللہ دتہ قادیانی سیالکوٹ وارد ہوا اور اہلِ حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی سے سینگ لڑانے کے چیلنج دینے لگا، تب مولانا موقع پہ موجود نہ تھے۔ میں نے کہا: پہلے مجھ سے مناظرہ کرو۔ تالی بج گئی کہ واہ واہ نوجوان نے چیلنج منظور کیا ہے، دیکھیے! نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے؟ گفتگو شروع ہوئی (اس دوران علامہ صاحب نے اپنا مخصوص جملہ دُہرایا کہ: ''ہمارا کیا ہے؟ گھڑی دیکھی اور بات کہہ دی!'') چنانچہ چند منٹوں میں ہی اللہ دتہ قادیانی عرق آلُود ہو چکا تھا۔ عوام تو طالبِ حق ہونے سے زیادہ تماش بین ہوتے ہیں۔ لوگوں نے نعرہ بازی شروع کردی کہ ایک لڑکے نے مرزائی ربّی کے اوسان خطا کردیئے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کے اللہ دتہ قادیانی شرمسار ہوکر پنجابی لہجے میں یوں طعنہ زن ہوا کہ: ''جا اوئے جا، تیری تے اجے داڑھی ای نئیں آئی۔'' (جا او جا! تمہاری تو ابھی ڈاڑھی ہی نہیں آئی) علامہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے میرے دماغ میں فی البدیہہ جواب ڈالا: اللہ دتہ قادیانی باریش تھا اور خاصی لمبی ڈاڑھی تھی، میں نے بھی برجستہ پنجابی لہجے میں کہا: ''میری داڑھی تے آئی نئیں، پَر تیری میں ریہن نئیں دینی۔'' (میری ڈاڑھی تو ابھی نکلی ہی نہیں، مگر تیری بھی میں نے نہیں چھوڑنی) اس مکالمہ آرائی میں عوام کا جوش قابلِ دید تھا۔ اس دوران مجمع سے آواز آئی: ''واہ بھئی علامہ واہ، واہ بھئی علامہ واہ'' یہ الفاظ اللہ جانے کس قلندر کے منہ سے نکلے تھے کہ پھر ''خالد محمود'' اور ''علامہ'' ایسے لازم وملزوم ہوئے کہ روح وجسم کا رشتہ بھی کبھی نہ کبھی ٹوٹ جاتا ہے، مگر ''خالد محمود'' اور ''علامہ'' آج دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اکٹھے ہی ہیں۔''

انہوں نے یہ بھی لکھا کہ: ''علامہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں سینماؤں کا رواج تھا

تو اُس دور میں لاہور کے اندر ایک کنونشن منعقد ہوا، جس کا عنوان تھا ''سینما کے کچھ روشن پہلو'' فرمایا کہ: مجھے بھی اس میں دعوتِ خطاب دی گئی جو میں نے قبول کرلی۔ معاصر احباب نے کہا کہ علامہ صاحب! آخر آپ وہاں کیا خطاب کریں گے؟ تو میں نے وہی جواب دیا: ''ہمارا کیا ہے؟ گھڑی دیکھ لی اور بات کہہ دی۔'' چنانچہ میں نے اپنی گفتگو کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ: ''بھائیو! جو چیز اندھیرا کرکے دیکھی جاتی ہو، اُس کے روشن پہلو آخر کون سے ہوسکتے ہیں؟'' سینمائی نظم کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ سینما میں جب شو کا آغاز ہوتا ہے تو لائٹیں بند کردی جاتی ہیں، تو میرا اشارہ اس طرف تھا۔ بس یہ کہنے کی دیر تھی، پورا ہال تالیاں پیٹتے ہوئے کھڑا ہوگیا اور میں فوراً اپنی گفتگو ختم کرکے اسٹیج سے اُتر آیا۔''

حضرت علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ محترم جناب سجاد ضیغم صاحب آپ کی تصنیف ''مطالعۂ بریلویت'' کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ: ''اس موقع پر جسٹس (ر) ڈاکٹر علامہ خالد محمودؒ کی آٹھ جلدوں پر مشتمل کتاب ''مطالعۂ بریلویت'' کے حوالے سے ایک توضیح ضروری ہے، کیونکہ کچھ لوگوں نے اس کو تحقیقی اصولوں پر پرکھے اور بالاستیعاب پڑھے بغیر اس پر بے بنیاد تبصرے شروع کر رکھے ہیں، یہ فرقہ واریت پر مبنی نہیں، یہ Basically ایک بہت وسیع عالمانہ ومحققانہ مطالعہ ہے، اس خاکسار نے علامہ صاحبؒ سے سنا تھا کہ جس وقت انہیں شریعت اپیلٹ بینچ سپریم کورٹ میں جج تعینات کیا جارہا تھا تو اس وقت Comitte Appointment نے یہی سوال کیا تھا کہ آپ کی یہ کتاب فرقہ وارانہ ہے؟ آپ نے انہیں جواب دیا تھا کہ میں بنیادی طور پر ریسرچ کا آدمی ہوں تو یہ میرا ریسرچ ورک ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے اس میں فلاں فلاں حوالہ غلط ہے، تو کوئی محقق اس کا رد کردے یا اگر کسی کو اس سے اختلاف ہے تو وہ اس کا استناد واستدلال کے ساتھ جواب لکھے، جو کہ آج تک نہیں ہوسکا۔ صرف یہ کہنا کہ یہ فرقہ وارانہ ہے تو یہ تو کوئی بات نہیں۔ اگر معترضین کے اس موقف کو اصول بنانا ہے تو اس الزام سے تو شاید ان کی اپنی کوئی کتاب نہ بچ سکے۔ میرا انہیں چیلنج ہے، وہ اسی کلیے کے ساتھ سامنے آجائیں، دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرلیتے ہیں۔ جہاں تک شریعت اپیلٹ بینچ کے فیصلوں کا تعلق ہے وہ میں نے قرآن وسنت کے معیار پر کرنے ہیں۔ اس بیان پر انٹرویو وتقرری کمیٹی کی تسلی ہوئی اور علامہ صاحب کو جج تعینات کردیا گیا۔''

آپؒ کا بیعت کا تعلق یکے بعد دیگرے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا مسیح اللہ خان شیروانیؒ اور مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ سے رہا۔ اور آخر میں حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ کے خلیفہ مولانا وصی اللہ صاحب سے تھا، ان سے اجازتِ خلافت بھی تھی۔